تبدیلیوں سے متعلق اپنے وعدوں کو سچ ثابت کرنے کے لیے کس قدر دلچسپی رکھتے ہیں۔ اس سے پہلے برسر اقتدار جماعت (پارٹی آف لیبر) کے رہنما صدر ایلیا دو وزراء سمیت پولٹ بیورو کے پانچ ارکان کو برطرف کر چکے تھے۔

تاہم ملک کے انقلابیوں کا ہراول دستہ یعنی البانوی طلبہ ملک میں اور بالخصوص پارٹی میں آنے والی تبدیلیوں کا پورا کریڈٹ صدر ایلیا یا اُن کے ساتھیوں کو دینے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ صدر ایلیا نے اصلاحات کا آغاز صرف اُس وقت کیا جب ان کے لیے اس کے سوا کوئی اور چارۂ کار نہ تھا۔ وہ اپنے نقطۂ نظر کے حق میں واضح کرتے ہیں کہ 1990ء کے وسط میں جب ایک احتجاجی جلوس کے بعد ہزاروں افراد نے غیر ملکی سفارت خانوں میں پناہ لے لی تو البانوی حکام انہیں غیر ملکی سفر کے ویزے جاری کرنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ ان کی دلیل میں یقیناً وزن موجود ہے۔

کچھ تجزیہ نگاروں کا خیال ہے کہ جناب ایلیا نے جو رستہ اختیار کیا ہے وہ "ایک قدم آگے اور ایک قدم پیچھے کی طرف" کی پالیسی سے مشابہت رکھتا ہے۔ اس کا ثبوت اُن کی وہ مرکزی تقریر ہے جو انہوں نے البانیہ کی پارٹی آف لیبر کی حالیہ خصوصی کانفرنس میں کی۔ یہ خصوصی کانفرنس انتخابی منشور تیار کرنے کے لیے بلائی گئی تھی۔ تقریر میں ایک طرف اسٹالن پر جس کے مجسموں کو ملک بھر سے ہٹایا جا رہا تھا، سخت لیکن جائز تنقید کی گئی تھی، دوسری طرف صدر ایلیا نے اسٹالن کی روایت پر عمل پیرا آمر، انور ہوجہ کا دفاع کیا۔ جناب ایلیا، انور ہوجہ کی وفات (1985ء) تک نہایت وفاداری سے کئی سال تک اُن کے خدمت گزار رہے تھے۔

کانفرنس میں شریک ایک ہزار سے زائد کارکنوں سے خطاب کرتے ہوئے صدر ایلیا نے مزید کہا کہ "پارٹی کو تازہ فکر کی ضرورت ہے۔ ایک ایسی فکر، جو اس کے سوشلسٹ آئیڈیل کو حقیقت کا جامہ پہنا سکے۔" اس اعتراف کے ساتھ کہ پارٹی مارکسی آئیڈیالوجی کو چھوڑنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی، "کمیونسٹ پارٹی اپنی تحریک اور آزادانہ مرضی سے" ایسی آئینی تبدیلیوں کا مطالبہ کرے گی جن کا مقصد معاشرے میں پارٹی کے طے شدہ قائدانہ کردار کو ختم کرنا ہے۔" مارکسزم کے ساتھ جناب ایلیا کی وفاداری نے البانیہ کی پارٹی آف لیبر کو، جو پرانے نظریات سے وابستہ اب واحد کمیونسٹ پارٹی ہے، مشرقی یورپ میں تنہا کر دیا ہے۔

دوسری جانب پارٹی آف لیبر نے عزم کر رکھا ہے کہ وہ کم از کم مستقبل قریب کے عرصے میں اقتدار پر براجمان رہے گی۔ کچھ البانوی نوجوانوں کے مطابق "کمیونسٹ اقتدار سے

چمٹے رہنا چاہتے ہیں، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو اس کا مطلب ان کی تباہی ہوگا۔"

"اکثر مبصّرین اس بات سے متفق نظر آتے ہیں کہ پارٹی آف لیبر انتخابات میں بھرپور کامیابی حاصل کرے گی۔ اوپر سے نیچے تک کے تنظیمی ڈھانچے کے باعث اسے اپنے مخالفوں پر بھرپور فوقیت حاصل ہے۔ ذرائع ابلاغ کے علاوہ اقتصادی اور سماجی زندگی کے دیگر تمام شعبوں پر کمیونسٹوں کا قبضہ ہے اور تنظیمی لحاظ سے انہیں اپنے کسی بھی حریف پر بے پناہ برتری حاصل ہے۔ دوسری جانب اپوزیشن جماعتوں اور گروپوں کی طرف سے اپنے آپ کو منوانا ابھی باقی ہے۔

سوویٹ یونین اور مسلم دنیا

سوویت پالیسی میں تبدیلی سے اسرائیل فائدہ اٹھا رہا ہے۔

بین الاقوامی دائرہ سیاست میں سوویت یونین کی پوزیشن میں تبدیلی واقع ہوئی ہے۔ اس نے ترقی یافتہ ملکوں اور بالخصوص مغرب وامریکہ کے ساتھ بہتر تعلقات قائم رکھنے کے لیے سابقہ بے لچک پالیسی کی جگہ موقع پرستانہ رویّہ اختیار کیا ہے۔ چنانچہ تیسری دنیا کے بارے میں سوویت پالیسی کا انحصار مشرق ومغرب کے درمیان تعلقات کی نوعیت پر ہے۔

امور مشرق وسطیٰ کے سوویت ماہرین نے کریملن کو باور کرادیا ہے کہ مستقبل کے تعلقات میں کسی بھی بیرونی طاقت کے لیے اسلامی بنیاد پرستی بالقوۃ ایک خطرہ ہے۔ اسرائیل کے مقبوضہ علاقوں میں انتفاضہ یعنی فلسطینیوں کی تحریک آزادی عرب - سوویت تعلقات کے لیے سنگین پریشانی کا باعث بن گئی ہے۔ روسی اسرائیل کو ایک ایسا ذریعہ خیال کرتے ہیں جس کے ساتھ مذاکرات اور جس کے تعاون سے وہ انتفاضہ کا توڑ کرنے کے لیے فلسطینی مسئلے کے حل کو تیزی سے آگے بڑھانا چاہتے ہیں۔ ان کے نزدیک انتفاضہ کا حتمی ہدف فلسطینی معاشرے کو اسلامی بنانا ہے اور یہی وہ چیز ہے جس کی روسی روک تھام کرنا چاہتے ہیں۔

عرب - اسرائیل تنازعے کے حل کے لیے سوویت پیش قدمی اور سوویت یہودیوں کی نقلِ وطن کے سوال پر نرمی سے ظاہر ہوتا ہے کہ سوویت یونین فلسطین لبریشن آرگنائزیشن (پی ایل او) کی حمایت کے باوجود اسرائیل کے قائم رہنے کے حق کی قائل ہے۔

فلسطین میں انتفاضہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ فلسطین کی مزاحمتی تحریک میں پی ایل او

ہی واحد تنظیم نہیں ہے بلکہ حمص جیسے اسلامی گروہ تحریک میں سرکردہ کردار ادا کررہے ہیں۔ چنانچہ روس اور مغربی طاقتیں اسلامی مزاحمت سے خوفزدہ ہوکر اس بات کی کوشش کررہی ہیں کہ پی ایل او یا کسی دوسرے فلسطینی گروپ کی شرکت کے بغیر عرب ممالک اور اسرائیل کے درمیان ایک سیاسی تصفیہ کرادیا جائے۔ اگرچہ پی ایل او کی حمایت کرکے سوویت یونین نے فلسطینیوں میں اعتماد حاصل کیا ہے لیکن عراق - کویت تنازعے کے دوران میں سوویت ذرائع ابلاغ نے عراقی حکومت کی حمایت کرنے پر پی ایل او پر وقتاً فوقتاً تنقید جاری رکھی۔ "فلسطینیوں میں کسی قسم کی مایوسی پی ایل او کے اس طرزِ عمل کے لیے وجہِ جواز نہیں بن سکتی کہ اس نے نہ صرف اسرائیل بلکہ مصر، ریاست ہائے متحدہ امریکہ، سوویت یونین، اور بین الاقوامی اتفاق رائے پر عراق کو ترجیح دی۔ (نیو ٹائمز، شمارہ 49، 1990ء)

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خلیجی جنگ کے ختم ہوتے ہی بڑی طاقتیں "نئے عالمی نظام" کی تشکیل میں مصروف ہوجائیں گی اور فلسطینیوں کے لیے غیر یقینی کی حالت برقرار رہے گی۔

یہ بات واضح ہے کہ اسرائیلی جارحیت کے باوجود فلسطینیوں میں اپنے جائز حقِ خودارادی کے اظہار کے لیے انتفاضہ کی جڑیں مضبوط ہوگئی ہیں۔ عین اس موقع پر جبکہ انتفاضہ اپنے عروج پر ہے، سوویت - امریکی معاہدۂ تعاون اور سوویت یہودیوں کی مقبوضہ علاقوں میں آبادکاری کی براہِ راست منظوری نے فلسطینی مسئلے کے حل کی راہ میں مزید رکاوٹیں کھڑی کی ہیں۔ سوویت یونین اور امریکہ کے باہمی تعاون سے فلسطینی مقصد کو نقصان پہنچا ہے اور فلسطینیوں کی طرف سے عراق کی حمایت سوویت یونین اور امریکہ دونوں سے ان کے براہِ راست تصادم کا اظہار ہے۔ جب تک فلسطینیوں کو اپنے مسئلے کے حل میں تیز رفتار پیش رفت کی امید نظر نہیں آتی، ان کی جدوجہد میں اس احساس کے ساتھ مزید شدّت آئے گی کہ متحدہ مزاحمتی تحریک کو یکجا رکھنے کے لیے انتفاضہ ہی ان کے لیے آخری چارہ کار ہے۔ اسرائیلی ظلم و تشدّد سے آگاہی کے باوجود پوری فلسطینی قوم نے آزادی حاصل کرنے کا عزم کررکھا ہے۔ وہ نہ صرف گولیوں کا مقابلہ پتھر پھینکنے سے کررہے ہیں بلکہ انہوں نے سماجی، سیاسی، اقتصادی اور انتظامی امور میں یہودیوں کے ساتھ عدم تعاون کی مہم بھی چلا رکھی ہے۔

ہوسکتا ہے، کریملن کے بہت سے لوگوں نے صدّام حسین کے خلاف اتحادی فوجوں کی لڑائی کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا ہو مگر سوویت یونین کی "غیر جانبداری" نے عربوں کے اس خدشے میں اضافہ کیا ہے کہ اسرائیل کی برسرِاقتدار پارٹی امریکی تحفّظ کے تحت عراقی حملوں کا